رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ

الفضل

لاہور

یوم چہار شنبہ

شرح چندہ

سالانہ چندہ	۲۱ روپے
ششماہی	۱۱ "
سہ ماہی	۶ "
ماہوار	۲½ "

قیمت

فی پرچہ ۱۰/

جلد ۲ | ۲۶ ہجرت ۱۳۲۷ھش | ۱۶ رجب ۱۳۶۷ھ | ۲۶ مئی ۱۹۴۸ء | نمبر ۱۱۸

اخبار احمدیہ

۲۵ ماہ ہجرت :- سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق طبی اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کو پیچش کی شکایت ہے۔ احباب دعا کرے صحت فرمائیں

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔

پاکستان پارلیمنٹ میں خارجہ پالیسی کی وضاحت

کراچی ۲۵ مئی۔ آج پاکستان پارلیمنٹ میں وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے دو بل پاس ہو گئے جو انہوں نے کل پیش کئے تھے۔ آپ نے آج پاکستان کی خارجہ پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی سب حکومتوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا ہے اور کمزوروں اور مظلوموں کی اعانت۔ پاکستان اتحادی اقوام کی انجمن میں کبھی بھی انصاف اور مساوات کے اُصول سے نہیں ہٹا۔ اور اس نے کسی نفع یا نقصان کے پیش نظر کبھی کوئی اقدام نہیں کیا۔ اتحادی اقوام کی انجمن پر جو نکتہ چینی کی گئی تھی۔ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ اس انجمن میں جو نقائص پائے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں میں آپ سے متفق ہوں۔ مگر موجودہ حالات میں اس قسم کے ادارہ کی سخت ضرورت ہے۔ اور ان نقائص کو دفع کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کم از کم اسکا اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنا دکھ درد دوسری اقوام کو سنا سکتے ہیں۔

کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا ؁۴۴

ووٹ حاصل کرنے کیلئے شیخ عبداللہ کی چالیں

تراڑکھل - ۲۵ مئی - آزاد کشمیر ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر کے جس علاقہ پر ہندوستانی فوج کا قبضہ ہے۔ اس میں پاکستانی نمک کی سخت کمیابی ہے۔ اور وہ چار یا پانچ سو روپے من کے حساب سے فروخت ہو رہا ہے۔ شیخ عبداللہ کی حکومت نے امرتسر کے ہر گھر سے ایک ایک سیر نمک فراہم کر کے عوام میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مگر شرط یہ رکھی ہے کہ رائے شماری کے وقت ان کے حق میں ووٹ دیا جائے۔

مسیح وقت

آیا مسیح وقت اور آ کر چلا گیا
بے جاں رگوں میں چلنے لگی پھر لہو کی رَو
پھر خضر زندگی کے نشیب و فراز میں
قرآن اور حدیث نبی میں ہیں جو نشاں
صدیوں سے ہو چکی تھی جو گم راہِ مستقیم
مدت سے ہو رہی تھی جو مومن کے دل میں سرد
الحاد و کفر و شرک کی ہر انجمن میں وہ

آ کر خدا کا پیام سُنا کر چلا گیا
مُردوں کو مرقدوں میں ہلا کر چلا گیا
آبِ بقا کے چشمے بہا کر چلا گیا
الحق وہی نشان دکھا کر چلا گیا
وہ راہِ مستقیم بتا کر چلا گیا
وہ اس کے دل میں آگ لگا کر چلا گیا
اسلام کا چراغ جلا کر چلا گیا

تنویر میکدوں کے خُموں میں ہے وہ کہاں
ساقی جو اک نظر میں پلا کر چلا گیا

مرکز اور صوبہ سندھ کا اختلاف ختم ہو گیا

کراچی - ۲۵ مئی - آج پیر الٰہی بخش نے ایک صحافتی بیان میں کہا کہ کراچی کو پاکستان کا دار الحکومت بنانے اور اس کا نظم و نسق مرکز کے سپرد کرنے کے بارے میں مرکزی حکومت اور صوبہ میں جو اختلاف تھا۔ وہ مجلس دستور ساز کے تصفیہ سے ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا۔ مجلس دستور ساز سب پر حاوی ہے۔ اور صوبہ سندھ اس کے ماتحت ہے۔ اور اس کے تمام فیصلوں پر عمل کرنے کا پابند ہے۔

آخر میں آپ نے یقین دلایا۔ مجھے امید ہے کہ سندھ کے عوام اس فیصلہ کو دل سے پسند کریں گے۔

؁۴۴ کہ کشمیر کا مسئلہ پاکستان کے لئے اتنا نازک بن چکا ہے کہ میں وضاحت کے ساتھ اس کے متعلق کچھ بیان نہیں کر سکتا۔

پاکستانی وفد کی روانگی

کراچی ۲۵ مئی - سٹرلنگ قرضہ کی وصولی کے متعلق ہندوستان پاکستان اور برطانیہ کے درمیان جو گفتگو ہونیوالی ہے۔ اسمیں شرکت کے لئے پاکستانی نمائندگان کا وفد آج لنڈن روانہ ہو گیا۔ جس کے لیڈر مسٹر غلام محمد ہیں۔ یہ وفد ۳ روز قاہرہ میں بھی قیام کرے گا۔

پاکستان میں کپڑے کی درآمد

کراچی ۲۵ مئی پاکستان کے وزیر صنعت مسٹر فضل الرحمٰن نے ایک سوال کے جواب میں کہا۔ کہ اسوقت تک کپڑے کی ۲۵ ہزار گانٹھیں پاکستان بھیجنے کی اجازت دی جا چکی ہے۔ اسمیں ۱/۲ ۵ سو گانٹھیں مغربی پنجاب پہنچ چکی ہیں۔ باقی کپڑے کو بحری جہازوں کے ذریعہ۔ ہندوستان سے پاکستان لایا جائے گا۔

قائد اعظم کوئٹہ میں

کوئٹہ ۲۵ مئی قائد اعظم محمد علی جناح آج بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ آپ کا خیر مقدم کرنے کے لئے ۲۵ ہزار نفوس ہوائی اڈہ پر موجود تھے جنہوں نے پرجوش نعروں سے آپ کا استقبال کیا۔

آپ ہوائی اڈہ سے ریذیڈنسی تشریف لے گئے

ایڈیٹر :- روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

پرنٹر و پبلشر عبدالحمید بی اے ایل ایل بی نے گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور سے چھپوا کر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال

۲۶ مئی

دل میں اک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء منگل کا دن تھا آسمان قادیان پہ غم و آلام کے بادل چھائے ہیں۔ دلوں پر افسردگی طاری ہے۔ آنکھیں اشک بار ہیں۔ بوڑھے بوڑھے لوگ مارے غم کے دیوانے ہوئے جاتے ہیں عورتیں چلا رہی ہیں۔ اور بچے سسک رہے ہیں۔ کیا اسلام کو کوئی خطرہ پیش آگیا ہے ؟ یا خدانخواستہ احمدیت کی ترقی میں کوئی روک پیدا ہو گئی نہیں نہیں اسلام خدائے عزوجل کا مذہب ہے ۔ احمدیت انشاء اللہ تعالےٰ سارے عالم کے مذاہب پر غالب آئیگی اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کی ترقی میں۔ روک نہ بن سکے گی۔ لیکن بات یہ ہے کہ آج ان لوگوں کا محسن و مشفق آقا۔ پیارا اور محبوب راہ نما۔ اُن کی آرزوؤں اور امیدوں کا مرکز۔ جو دن اور رات تازہ بتازہ وحی الٰہی سے اُن کے ایمانوں کو تازگی بخشا کرتا تھا۔ اس دار فانی کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے اُن سے جدا ہو چکا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وہ نازش فرزندان تاریخ جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر خیز تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مُٹھیاں بجلی کی دو بیڑیاں تھیں۔ وہ جس کے دم سے قصر باطل میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بطل جلیل جس کا نام سُن کر بھی کُفر پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔ وہ جس کے دعاوی اور معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود بھی تعلیم یافتہ اور روشن دماغ مسلمان اپنے اندر ایک کمی محسوس کر رہے تھے اور اُن کا یہ احساس شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا کہ آج ایک بہت بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا۔ اور اُس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اُس شاندار مدافعت کا بھی جو اس کی حیات طیبہ سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔

بیشک ساکنان قادیان اس وجود باجود کے اُٹھ جانے سے اپنے اُوپر عائد ہونے والی ذمہ واریوں کے بوجھ سے دبے جا رہے تھے۔ انہیں اسلام اور احمدیت کی ترقی کا بھی فکر تھا مگر سب سے بڑا اور جانکاہ صدمہ جس نے انہیں پاگل بنا دیا تھا۔ اس محبوب اور پیارے آقا کی جدائی تھی۔ وہ ایک پیار کرنے والے وجود کی محبت سے محروم ہو رہے تھے۔ وہ ایک زندگی بخش انسان کی روح پرور آواز کو گم کر رہے تھے مگر مجبور۔ وہ جو انہیں پیارا تھا۔ خدا تعالیٰ کو بھی بہت ہی پیارا تھا۔ اُس نے اُسے اپنے پاس آنے کا پیغام بھیجا۔ اور وہ ان محبت کرنے والے لوگوں سے محبت رکھنے کے باوجود سب کو چھوڑ اُس پیارے اور محبوب آقا کے پاس چلا گیا۔

عشاق کے دل بیٹھے جا رہے تھے آنکھوں سے پانیوں کے چشمے رواں تھے۔ اور پاگل پن کی سی کیفیت ہے۔ مگر وہ حکم خداوندی کو بجا لانے کے لئے اس جسد اطہر و اقدس کو اُٹھائے ہوئے اُس پاک زمین کی طرف جا رہے ہیں۔ جسے اللہ تعالےٰ نے بہشتی مقبرہ کے مبارک نام سے نوازا ہے۔ غم کے مارے پاؤں منوں بوجھ محسوس کر رہے ہیں اور قدم اُٹھائے سے نہیں اُٹھتے۔ آخر وہ اس جگہ پہنچے جسے اس مقدس و مطہر وجود کے لئے آخری آرامگاہ تجویز کیا گیا تھا۔ بچشم گریاں و قلب بریاں اس پیارے وجود کو وہاں رکھا۔ مٹی ڈالی اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر بارگاہ رب العزت میں اس کے درجات کی بلندی اور اپنے گناہوں کی معافی کے لئے دُعا کی۔ اور واپس گھر کو آئے دن۔ ہفتے۔ مہینے اور سال گزرتے چلے گئے۔ مگر وہ خود ہی نہیں بلکہ اُن کی اولاد بھی ہر روز صبح و شام اس مقبرہ میں جاتے اور اس پاکیزہ وجود کے مزار مبارک پر کھڑے ہو کر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی ترقی کی دعائیں کرتے ہوئے آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ قریباً چالیس سال کا لمبا عرصہ گزر گیا۔ اور اگست ۱۹۴۷ء آیا۔ سرزمین ہندوستان دو حصّوں میں تقسیم کر دی گئی یقین تھا کہ قادیان مسلم اکثریت کے ضلع گورداسپور میں واقع ہونے کے باعث پاکستان میں آئیگا مگر فیصلہ اس کے بالکل خلاف ہوا۔ اور گورداسپور کا ضلع مسلم اکثریت کا علاقہ ہونے کے باوجود انڈین یونین میں شامل کر دیا گیا۔ فرقہ وارانہ تعصب حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اور ہندو مسلم سوال بہت زور پکڑ چکا تھا۔ اس لئے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ اور اس کے مقابل مغربی پنجاب میں بھی ہندوؤں اور سکھوں کا قتل شروع ہوا۔ اور حالات اس قدر بگڑ گئے کہ ظاہری صورت میں مشرقی پنجاب میں مسلمانوں اور مغربی پنجاب میں ہندوؤں سکھوں کا رہنا ناممکن ہو گیا جماعت احمدیہ چونکہ ایک مذہبی جماعت ہے اور سیاسیات سے بالکل الگ رہتی ہے۔ اور اپنے اصول کے ماتحت جس حکومت کے ماتحت بھی اس کے افراد ہوں۔ وہ اس کے فرمانبردار ہو کر رہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے انڈین یونین کو اپنی پُرانی روایات یاد دلاتے ہوئے کہا۔ کہ قادیان ہمارا مذہبی مرکز ہے ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے اور عہد کرتے ہیں۔ کہ ہم حکومت کے پورے پورے فرمانبردار رہینگے مگر چند لاکھ کی چھوٹی سی مذہبی جماعت کی کون سنتا تھا ایسے یقین دلانے اور عہد کرنے کے باوجود ملٹری اور پولیس نے قادیان کے نواحی محلوں پر حملے شروع کر دئے اور مسلمانوں کو قتل کیا جانے لگا۔ حکومت کو بار بار توجہ دلائی گئی۔ مگر بےسود یہاں تک کہ حالات اس قدر نازک صورت اختیار کر گئے کہ عشاقان احمد کو ہجرت پر مجبور کر دیا گیا۔ اور نہ صرف دوسرے شعائر اللہ بلکہ اُن کے پیارے اور محبوب آقا کے مدفن مبارک سے بھی وہ محروم کر دئے گئے۔ وہ تو پہلے ہی اس محبوب کی جدائی کے صدمہ کے باعث ماہی بےآب کی طرح زندگی گزار رہے تھے اب آپ کے مزار مبارک کی جدائی کے خیال سے اُن پر غم و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور اس قدر انہیں صدمہ ہوا۔ کہ ہجرت کے بعد سلسلہ کے بزرگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہؓ اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے عشاق یوں تو ہر روز ہی آپ کے مزار مبارک پہ آنسوؤں کی بارش برسا کر فرقت کی آگ کو ٹھنڈا کر لیا کرتے تھے۔ لیکن آج کی تاریخ وہ خصوصیت سے دعاؤں میں گزارتے اور ہزاروں مرد۔ عورتیں بوڑھے جوان اور بچے صبح تا شام آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر رو رو کر دُعائیں کیا کرتے تھے مگر آہ! آج ہم مجبور ہیں۔ اور اس نعمت سے بھی محروم کر دئے گئے ہیں۔ ہماری جبینیں اس پیاری بستی کی سجدہ گاہوں پہ سجدہ ریز ہونے کے لئے مضطرب ہیں۔ ہماری آنکھیں اُس تربت مبارک پہ کھڑے ہو کر آنسوؤں کی جھڑی لگانے کے لئے بیتاب ہیں اور ہمارے ہونٹ اُسی آستانہ پہ بوسہ کے شوق دینے کے لئے پھڑپھڑا رہے ہیں جس پر اُس کے پائے اقدس پڑا کرتے تھے۔ مگر آہ ہم مجبور ہیں۔

اے کاش! انڈین یونین میری بات کو سمجھے کہ احمدیوں نے قادیان اور قادیان والے کی خاطر ساری دُنیا کو چھوڑا تھا اب وہ ان کو چھوڑ کر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و علیٰ عبدہ المسیح الموعود و بارک وسلم انک حمید مجید۔

(خاکسار مرزا محمد حیات تاثیر)

قادیان میں جنازہ غائب

مورخہ ۷ مئی ۱۹۴۸ء کو مندرجہ ذیل جنازے قادیان کی مسجد اقصیٰ میں پڑھے گئے۔

(۱) حافظ محمد ابراہیم صاحب سابق امام مسجد دار الفضل قادیان (صحابی) جو ہجرت میں فیروزوالہ ضلع گوجرانوالہ میں فوت ہوئے۔

(۲) چوہدری غلام حسین صاحب نمبردار سکنہ اراضی یعقوب سیالکوٹ (صحابی) والد شکر الٰہی صاحب واقف زندگی امریکہ

(۳) بھولی صاحبہ (صحابیہ) بیوہ منشی حاکم دین صاحب مرحوم سکنہ درگانوالی (سیالکوٹ)

(۴) ہمشیرہ صاحبہ چوہدری عبد الواحد صاحب سابق مدیر اعلیٰ اصلاح کشمیر

(۵) اہلیہ صاحبہ چوہدری جمیل احمد صاحب اکبر برادر مولوی خلیل احمد صاحب ناصر مجاہد امریکہ (جو برادرم سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آباد دکن کی ہمشیرہ زاد تھیں

(۶) چوہدری ظہیر احمد صاحب راولپنڈی

(۷) احمد الدین ابن مولوی محمد الدین صاحب ناظر تعلیم و تربیت لاہور

(۸) منشی محمد سعید الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ

(۹) نسبتی ہمشیرہ چوہدری محمد سعید اللہ صاحب منہاس دفتر نظارت اعلیٰ لاہور

(۱۰) اہلیہ قریشی محمد اکمل صاحب افضل برادر قادیان حال مگھیانہ ضلع جھنگ

(۱۱) مولوی نظام الدین صاحب گوجرانوالہ

(۱۲) چوہدری محمد حسین صاحب چک چھور (سیالکوٹ) طالب پور پنگواں

(خاکسار ملک صلاح الدین ایم۔ اے قادیان)

خطبہ نمبر ۳۱

خطبہ جمعہ

آزادی اور حریت ہی ایسی چیز ہے جو سچا ایمان پیدا کر سکتی ہے

اسراف قابل الزام چیز ہے اور عقل اور سمجھ سے کام لیکر چیزوں کو سنبھال کر رکھنا قابل تعریف چیز ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء بمقام رتن باغ لاہور

مرتبہ:۔ مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

انگریزی کی ایک مثل ہے۔ کہ Tit for Tat (ٹٹ فار ٹیٹ) عربی میں اس کے مقابلہ میں کہا جاتا ہے۔ کما تدین تدان۔ یعنی جیسا کروگے ویسا بھروگے میں نے کچھ عرصہ ہوا۔ جماعت لاہور کو اس کی بعض غلطیوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ مجھے کہا گیا ہے۔ کہ افسران جماعت ان امور کی اصلاح کی فکر میں ہیں۔ گو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ وہ غلطیاں جن کی اصلاح کی طرف انہیں سات آٹھ ماہ سے توجہ دلائی جارہی ہے۔ ان کی اصلاح کا انہیں آج کیوں احساس ہوا ہے۔ ان کی اصلاح کا خیال یقیناً انہیں

بہت عرصہ پہلے

ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن کہتے ہیں۔ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے۔ تو اس کو بھولا نہیں کہتے۔ بہر حال یہ ایک ناپسندیدہ امر تھا۔ کہ الفضل نے اس قسم کی باتوں کو شائع کر دیا۔ حالانکہ میری ہمیشہ سے اسے یہ ہدایت ہے۔ کہ کسی شخص یا جماعت کے متعلق اگر کسی نقص کا ذکر میری مجلس میں آئے۔ تو اس کو بغیر مجھے دکھلانے کے ہرگز شائع نہ کیا جائے۔ مگر بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے۔ کہ وہ

دوسرے کے عیب

بیان کریں۔ اور انہیں اس میں ایک لذت محسوس ہوتی ہے۔ اسی کے ماتحت الفضل کے نمائندہ نے ان باتوں کو نمایاں کر دیا۔ حالانکہ پرسوں کی تقریر کے بعد جب شیخ بشیر احمد صاحب نے مجھ سے کہا کہ مناسب ہے۔ کہ اس تقریر کو ابھی شائع نہ کیا جائے۔ اور ابھی

اصلاح کا موقعہ

دیا جائے۔ تو میں نے اسی وقت پرائیویٹ سکرٹری کو حکم دیا۔ کہ وہ الفضل کو اس تقریر کے شائع کرنے سے روکدیں۔ لیکن پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے اس امیر کے مقولہ پر عمل کیا۔ جس کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ اس کے پاس ایک فقیر نے آکر سوال کیا۔ کہ وہ اس کو کچھ دے اس امیر نے لوگوں پر رعب جمانے کے لئے اپنے نوکروں کے بڑے بڑے شاندار نام رکھے ہوئے تھے۔ نام تو مجھے یاد نہیں۔ تاہم یوں سمجھ لو۔ کہ اس نے آواز دی۔ اے پکھراج تم یاقوت سے کہو۔ اور اے یاقوت تم لعل سے کہو۔ اور اے لعل تم زمرد سے کہو۔ اور اے زمرد تم عقیق سے کہو۔ اور اے عقیق تم جوہر سے کہو۔ اور اے جوہر تم اس فقیر سے کہو۔ (جو اس کے سامنے کھڑا تھا) کہ میرے پاس اس کے دینے کے لئے کچھ نہیں۔ ہمارے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے بھی اسی کمرہ میں بیٹھے بیٹھے اپنے اسسٹنٹ سکرٹری کو کہا۔ کہ تم یہ ہدایت آگے پہنچا دو۔ اسسٹنٹ سکرٹری نے دوسرے اسسٹنٹ سیکرٹری سے کہا اس نے سپرنٹنڈنٹ سے کہا۔ سپرنٹنڈنٹ نے (Despatcher) ڈیسپیچر سے کہا اور Despatcher ڈیسپیچر نے دفتری سے کہنا چاہا۔ کہ تم یہ ہدایت آگے پہنچا دو۔ مگر وہ دفتری پہلے ہی کہیں پہنچا ہوا تھا۔ اس طرح کاغذ دفتر میں ہی رہ گیا۔ اور مضمون چھپ گیا۔

بہر حال میں نے

اس کی تردید

کرا دی ہے۔ لیکن اس پر مردوں کو تو جوش نہ آیا۔ ایک عورت کو جوش آیا ہے۔ اور اس کا ایک رجسٹری خط مجھے ملا ہے۔ جس میں اس نے بعض اعتراضات کئے ہیں۔ مجھ پر تو نہیں۔ لیکن اس نے خاندان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ کسی کا نام اس نے نہیں لکھا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس کی مراد کس سے ہے۔ البتہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح میرے اعتراضات کی وجہ بدنیتی نہیں۔ بلکہ اصلاح تھی۔ اسی طرح اس خاتون کے اعتراضات کی وجہ بھی بدنیتی نہیں بلکہ اصلاح ہی معلوم ہوتی ہے۔ شروع میں تو اس عورت نے اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔ اس نے اپنا نام بھی لکھا ہے۔ ممکن ہے وہ نام اصلی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرضی ہو۔ اس لئے میں اسکو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ بہر حال اس نے بیان کیا ہے۔ کہ میں نے اپنے خاوند سے یہ شکایت کی۔ تو خاوند نے مجھے ڈانٹا اور کہا۔ کہ خلیفۃ المسیح تو بادشاہ ہیں۔ تم ان پر کیا اعتراض کرتی ہو۔ اور

ان کی مثال

اپنے گھر میں کیوں جاری کرنا چاہتی ہو۔ جہاں تک اتنے حصہ کا تعلق ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ خاوند نے اخلاص کا ثبوت دیا ہے مگر اس نے اپنی بات منوانے کے لئے اور اپنی بیوی کے اعتراض کو رد کرنے کے لئے صحیح طریق اختیار نہیں۔ اول تو جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ خاوند اور بیوی میں اس قسم کا تعلق نہیں ہو سکتا۔ کہ دونوں کے دماغ ایک طرح کام کریں۔ ہو سکتا ہے بیوی کا دماغ اور طرح کام کر رہا ہو۔ اور خاوند کا دماغ اور طرح کام کر رہا ہو۔ ہم مجبور نہیں کر سکتے۔ نہ خاوند کو اور نہ بیوی کو کہ وہ ایک طرح کام کریں۔ کیونکہ ایسا کرنے کی ہمیں طاقت حاصل نہیں ایسا کرنے کی خدا تعالےٰ بھی ہمیں اجازت نہیں دیتا۔ پس گو اخلاص کے ماتحت ہی خاوند نے یہ بات کہی۔ مگر میرے نزدیک ایسا کہنا درست نہیں تھا۔

عورت کو پورا حق

حاصل ہے۔ کہ وہ خاوند سے جزئیات میں اختلاف کرے۔ ایک عورت کو پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ اصولی امور میں اس سے اختلاف کرے۔ بلکہ اسے یہ بھی حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے خاوند سے مذہب میں کلی طور پر اختلاف کرے۔ پس یہ طریق درست نہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو

حکومت کے ذریعہ

اپنی بات منوانا چاہے عورت کا دماغ اتنا ہی آزاد ہے۔ جتنا کہ مرد کا دماغ آزاد ہے۔ ہم دلیل کے ماتحت تو عورت کو قائل کر سکتے ہیں۔ جس طرح دلیل کے ساتھ مرد کو قائل کر سکتے ہیں۔ لیکن رعب کے ساتھ ہم نہ کسی مرد کو اپنی بات منوا سکتے ہیں۔ اور نہ عورت کو اپنی بات منوا سکتے ہیں۔ ہاں اسے چُپ ضرور کرا سکتے ہیں۔

دوسرا حصہ دلیل کا کہ وہ بادشاہ ہیں۔ یہ اس سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اگر بادشاہ سے مراد

روحانی بادشاہت

بیز اس اعتراض کے صحیح ہونے کی صورت میں بیوی کا اعتراض اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ بہرحال میرے نزدیک یہ دونوں طریق اس کے خاوند نے غلط اختیار کئے ہیں۔ اس کو خاموش کرنے کی کوشش کرنا بھی غلط تھا۔ اور اسے یہ دلیل دینا کہ وہ بادشاہ ہیں یہ بھی غلط ہے۔ اگر واقعی میں وہ اعتراض غلط تھا تو اس کو دلیل کے ساتھ غلط ثابت کرنا چاہیئے تھا اور اگر اعتراض ضد کی بنا پر تھا۔ تو پھر ڈانٹنے کا کیا مطلب "جواب جاہلاں باشد خموشی" وہ خاموش ہی ہو جاتا۔ اور اگر یہ اعتراض درست تھا۔ تو پھر خاوند کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ خود یہ اعتراض مجھے پہنچاتا نہ یہ کہ اس اعتراض پر بیوی کو ڈانٹتا۔ ہمیں تو شکایت ہی یہ ہے۔ کہ آج کل مردوں اور عورتوں کا ایمان

بھیڑ چال کا رنگ

رکھتا ہے۔ عورت مرتد ہوتی تو ساتھ ہی مرد بھی مرتد ہو جاتا ہے۔ اور مرد ارتداد اختیار کرتا ہے۔ تو ساتھ ہی عورت بھی مرتد ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی ایمان نہیں۔ صحابہؓ میں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی اگر کوئی مثال ملتی ہے تو یہ کہ مرد اگر غلط بات کہتا ہے تو بیوی اڑ جاتی ہے۔ اور اگر بیوی غلط بات کہتی ہے تو خاوند اڑ جاتا ہے۔ دیکھو یہ کیسی شاندار مثال ہے۔ جو صحابہ کی زندگی میں ہمیں نظر آتی ہے۔ کہ ایک نوجوان کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ پردہ کا حکم اس وقت نازل ہو چکا تھا۔ اس نوجوان نے چاہا کہ وہ لڑکی کی شکل بھی دیکھ لے۔ مگر چونکہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا لڑکی کے باپ نے اس کو ناپسند کیا۔ اور کہا۔ کہ شادی کرو۔ یا نہ کرو۔ میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس نوجوان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ میں فلاں لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور تو سب باتیں مجھے پسند ہیں۔ صرف میں لڑکی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر لڑکی کا باپ اجازت نہیں دیتا آپ نے فرمایا۔ ہاں شادی کی غرض سے لڑکی کو دیکھ لینا جائز ہے تم میری طرف سے یہ کہہ دو۔ اس نوجوان نے لڑکی کے باپ سے جاکر یہ بات کہہ دی مگر اس نے کہا۔ مجھ سے تو یہ بے غیرتی برداشت نہیں ہو سکتی۔ لڑکی پردے کے اندر بیٹھی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھی۔ جب اس نے یہ بات سنی۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو

شکل دیکھنے کی اجازت

دی ہے۔ مگر میرا باپ۔ اس پر رضامند نہیں۔ تو وہ خود پردہ اٹھا کر باہر آگئی۔ اور کہنے لگی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جاؤ اور لڑکی کو دیکھ لو۔ تو میرے باپ کا کیا حق ہے۔ کہ وہ اس میں روک بنے۔ لو مجھے دیکھ لو۔ میں سامنے کھڑی ہوں۔ دیکھو وہ اس کا باپ تھا اور وہ اس کے گھر میں پل رہی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے دین کے معاملے میں اپنے باپ سے اختلاف کر لیا۔ یہ خیال درست نہیں۔ کہ پرانے زمانہ میں لڑکیاں شادی کے موقعہ پر بول پڑا کرتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جس طرح اس زمانہ میں لڑکیاں شادی کے موقعہ پر خاموش رہتی ہیں اسی طرح پرانے زمانے میں بھی خاموش رہا کرتی تھیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ رضاؤها سکوتها اس کی خاموشی ہی اس کی رضا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ شریعت نے اس معاملہ میں اپنے حکم کے معنی بدل دیئے ہیں۔ اور لڑکی کی خاموشی کو اس نے رضا قرار دے دیا ہے۔ پھر بھی جب

دین کا معاملہ

آیا۔ لڑکی دیری سے باہر نکل آئی۔ اور اس نے کہا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکی کو دیکھنے کی اجازت دی ہے تو اور کون اس میں روک بن سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آزادی اور حریت ہی ایسی چیزیں ہیں۔ جو سچا ایمان پیدا کر سکتی ہیں۔ اگر یہ حریت حاصل ہو۔ تو نہ عورت کے ساتھ خاوند مرتد ہو سکتا ہے۔ اور نہ خاوند کے ساتھ عورت مرتد ہو سکتی ہے۔ یہی ایمان ہے۔ جو لوگوں کو پختہ کار بناتا ہے۔ اور جس کے ہوتے ہوئے کسی قسم کا ابتلاء نہیں آسکتا۔ ہر شخص اپنے ایمان پر کھڑا ہوگا یہ نہیں ہوگا۔ کہ خاوند بیوی کے ایمان پر کھڑا ہو۔ اور بیوی خاوند کے ایمان پر کھڑی ہو۔

اس خاتون نے جو اعتراضات لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ "خاندان کی عورتیں

سادہ زندگی

بسر نہیں کرتیں۔ خود کام نہیں کرتیں۔ بلکہ گھروں میں انہوں نے نوکر رکھے ہوئے ہیں۔ گوٹہ کناری سے دوسروں کو منع کیا جاتا ہے۔ مگر خود گوٹہ کناری استعمال کی جاتی ہے۔ سواری استعمال کرتی ہیں۔ لجنہ کی کلرک ہے۔ وہ خود کام نہیں کرتیں؟"
جہاں تک سادہ زندگی کا تعلق ہے۔ یہ ایک نسبتی لفظ ہے۔ ہم سادہ زندگی کی کوئی ایک تعریف نہیں کر سکتے۔ مثلاً سادہ زندگی میں پہلے کھانا آتا ہے۔ کھانے کے متعلق ہم نے یہ اصول مقرر کیا ہوا ہے۔ کہ ایک کھانا ہو۔ اس کے متعلق

اس خاتون سے بہرحال میں زیادہ واقف ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ میں روزانہ گھر میں کھانا کھاتا ہوں۔ اور یہ بھی لازمی بات ہے۔ کہ اگر گھر میں ایک سے زیادہ کھانے پکے ہوں۔ تو عورت اپنے خاوند کے آگے ہی وہ کھانے رکھتی ہے۔ مگر جہاں تک میرا علم ہے ہمارے گھروں میں

ایک ہی کھانا

پکتا ہے۔ سوائے بیمار کے۔ مثلاً بیمار کو بے مرچ سالن چاہیئے۔ اب سب گھر والوں کو تو بے مرچ سالن نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کسی بیمار کے لئے بعض دفعہ بے مرچ سالن بھی تیار ہو جائے۔ تو اس کو دو کھانے نہیں کہہ سکتے یا مثلاً کسی کو پیچش ہو۔ اور اس کے لئے خشکہ پک جائے۔ تو یہ بھی دو کھانے نہیں ہوں گے۔ کیونکہ روٹی اور نے کھانی ہے۔ اور خشکہ اور نے کھانا ہے۔ پچھلے دنوں مجھے پیچش کی شکایت رہی ہے۔ اس لئے میرے لئے ساگودانہ الگ تیار ہوتا ہے۔ کیونکہ اطباء نے لکھا ہے۔ کہ پیچش میں ساگودانہ وغیرہ چیزیں استعمال کرنی چاہئیں۔ تاکہ انتڑیوں میں لزوجت پیدا ہو۔ اور زخم جلدی مندمل ہو سکیں۔ ایک بچہ تو ساگودانہ پر گزارہ کر سکتا ہے۔ مگر بڑا آدمی گزارہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے علاوہ ساگودانہ کے خشکہ شوربا یا خشکہ دال بھی پکانا پڑتا ہو۔ یا بعض دفعہ اطباء اسپغول تجویز کرتے ہیں۔ مگر اس کو بھی دوسرا کھانا نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال جہاں تک کھانے کا سوال ہے۔ میں گواہی دے سکتا ہوں۔ اور باورچی خانہ والے بھی گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ ہمارے گھروں میں ہمیشہ ایک کھانا تیار ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ غلطی سے کوئی شخص اور نتیجہ نکال لے۔ مثلاً ہمارے باورچی خانہ میں

سات آٹھ گھروں کے کھانے

پکتے ہیں۔ میری بہوئیں ہیں۔ بہنیں ہیں۔ بھائی ہیں۔ بھتیجے ہیں۔ چونکہ سب کے کھانے ایک ہی جگہ تیار ہوتے ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص غلطی سے یہ سمجھ لے کہ یہ سب کھانے ایک گھر کے لئے ہیں۔ حالانکہ وہ الگ الگ گھروں کے لئے تیار ہوتے ہیں اور الگ الگ افراد ان کے اخراجات کے ذمہ دار ہیں۔ بہرحال ہمارے گھر میں صرف ایک کھانا پکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ باقی رہا

لباس کا سوال

سو لباس آج کل جس قدر گراں ہے۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ دو دو۔ اڑھائی اڑھائی روپے میں آج کل لٹھے کا ایک گز آتا ہے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ لباس میں تعیش یا آرائش کا خیال بہت بڑی رقم کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور رقم جو میں دیتا ہوں۔ اس کا علم بھی مجھ کو ہی ہو سکتا ہے۔ اور میں سمجھ سکتا ہوں۔ کہ اس رقم میں سے کس حد تک اخراجات کئے جا سکتے ہیں۔ جنگ سے پہلے میں اپنی بیویوں کو پندرہ روپے ماہوار دیا کرتا تھا۔ (یہ بھی قریب کی بات ہے ورنہ شروع میں ہی سات روپے ماہوار کپڑے اور دوسرے اخراجات کے لئے دیا کرتا تھا) لیکن جب سے جنگ شروع ہوئی ہے۔ میں اپنی بیویوں کو تیس روپے ماہوار دیا کرتا ہوں میری بڑی بیوی جب سے لاہور آئی ہیں۔ وہ

ساری کی ساری رقم

انجمن میں بھیج دیتی ہیں۔ اور ان کے پاس صرف صفر رہ جاتا ہے۔ اب وہ خاتون خود ہی سوچیں کہ صفر میں کتنی عیاشی کی جا سکتی ہے۔ میری باقی بیویوں کے اخراجات کا بھی آسانی کے ساتھ پتہ لگ سکتا ہے۔ وصیت سب نے کی ہوئی ہے۔ تحریک جدید کے دفتر سے پوچھ لیں۔ کہ وہ تحریک میں کتنا چندہ دیتی ہیں۔ پھر لجنہ اماء اللہ کا چندہ بھی دیتی ہیں۔ یہ

چندہ کم از کم

پندرہ روپے ماہوار چلا جاتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ روپے ان کے پاس باقی رہ جاتے ہیں۔ اگر یہ سارے کے سارے کپڑوں پر ہی لگا دیئے جائیں

احمدی محبوسین سندھ کیلئے دعا کی درخواست

سندھ میں ہمارے گیارہ نوجوان واقفین ایک قتل کے الزام میں ماخوذ ہیں۔ ان کے مقدمہ کے فیصلہ کی آخری تاریخ ۲۷ جون ۱۹۴۸ء ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ ان واقفین کی باعزت رہائی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی یہ مصیبت ٹال دے۔ اور انہیں باعزت بری فرمائے۔ آمین

(عبد الرحیم احمد ناصر آباد اسٹیٹ (سندھ))

تو سال میں وہ صرف چھ سات جوڑے لٹھے اور ململ کے بنا سکتی ہیں۔ اب وہ خاتون خود ہی سوچیں۔ کہ وہ کونسی عیاشی ہے۔ جو اس رقم میں ہوسکتی ہے۔ یہ تو میں نے

عقل دلیل

دی ہے۔ باقی ان کے لباس مجھے نظر آتے ہیں۔ یہ تو نہیں۔ کہ وہ دروازے بند کرلیتی ہیں۔ اور صرف لجنہ کے ممبروں کو کہتی ہیں۔ کہ آؤ اور ہمارے لباس دیکھ لو۔ سب سے زیادہ میری ہی نظر ان کے لباس پر پڑتی ہے حقیقت یہ ہے کہ پچھلے سات آٹھ ماہ میں ان میں سے ہر ایک کے لباس اتنے بوسیدہ ہوچکے ہیں۔ کہ ان کے پاس کوئی جوڑہ بھی ایسا نہیں۔ جو

کئی جگہ سے سِلا ہُوا

نہ ہو۔ اسی وجہ سے بعض دفعہ تحفہ کے طور پر جب لٹھا یا ململ بعض دوست مجھے دے جاتے ہیں۔ تو میں اس میں سے کبھی کسی کو پاجامہ یا کوئی اور کپڑا بنوا دیتا ہوں۔ جس سے گزارہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ اعتراض کیوں پیدا ہؤا۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض عورتیں انتظام اچھا جانتی ہیں۔ اور بعض اچھا انتظام کرنا نہیں جانتیں اور اس انتظام کے اچھا یا بُرا ہونے کی وجہ سے بہت بڑا فرق پیدا ہوجاتا ہے۔ اچھا انتظام کرنے والے تھوڑے روپیہ میں اچھا گزارہ کرلیتے ہیں۔ اور

ناقص انتظام

والے زیادہ روپیہ میں بھی اچھا گزارہ نہیں کرسکتے پرسوں انجمن کی میٹنگ تھی۔ میں نے لنگر والوں سے لنگر کا حساب پوچھا۔ لنگر والے پہلے سالن میں نہ بناسپتی گھی ڈالتے تھے۔ نہ حیوانی۔ جب مجھے معلوم ہؤا۔ تو میں نے ان سے کہا۔ کہ اس سے تو لوگوں کی صحتیں برباد ہوجائینگی۔ کم سے کم دو چھٹانک فی سیر گھی ضرور ڈالنا چاہیئے۔ پرسوں انہوں نے حساب بتایا کہ اس طرح

چودہ روپے مہینہ

فی کس خرچ بن گیا ہے۔ میں نے کہا اتنا خرچ کس طرح آسکتا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ گھی ڈالا کرو۔ اس وجہ سے یہ خرچ آتا نکلا ہے۔ یکدم مجھے خیال آیا کہ ہمارے گھر میں لنگر کی طرف سے جو بل بھیجا گیا ہے وہ اس سے کم ہے۔ قادیان میں جب ہم تھے۔ تو بالالتزام بازار سے سودا سلف لے آیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے لاہور آئے ہیں لنگر والے ہی سب اشیا مہیا کرتے ہیں۔ پھر بل بناکر بھیجدیتے ہیں۔ میری بیویاں رقعہ لکھ کر بھیج دیتی ہیں۔ اور سودا انہیں لنگر والے منگوا دیتے ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ نے ابھی مجھے بل بھجوایا ہے۔ اور اس بل میں ہمارے گھر کا خرچ اس سے کم دکھایا گیا ہے۔ ہمارے گھر میں ۳-۴ چھٹانک کے درمیان گھی پڑتا ہے۔ اور آپ نے جو مجھے بل بھجوایا ہے۔ اس میں ہمارے گھر کا خرچ پونے دس روپے فی کس لکھا ہے۔ حالانکہ ہمارے گھر کا کھانا آپ سے بہت اچھا ہوتا ہے۔ پھر آپ کا چودہ روپے کس طرح خرچ ہوگیا۔ دیکا ہؤا کھانا لنگر نہیں بھجواتا۔ کہ یہ سمجھا جاسکے۔ کہ وہ ہم سے رعایت کرتے ہیں بلکہ ہم ان کی معرفت جنس منگواتے ہیں۔ جس پر وہ کچھ رقم اور مزدوری وغیرہ کی لگا کر ہم کو بل دیتے ہیں۔ کھانا پکتا ہمارے گھر میں ہے۔ انہوں نے کہا خرچ یہی ہے۔ ہم حساب سامنے رکھ دیتے ہیں۔ آپ دیکھ لیں۔ بیان کرنے والا بھی باورچی نہیں تھا۔ کہ یہ سمجھا جاسکے۔ کہ وہ حساب نہیں سمجھا۔ بلکہ ملک سیف الرحمن صاحب تھے۔ یہ درست ہے۔ کہ انہوں نے اپنی طرف سے کوشش کی تھی کہ صحیح حساب پیش کریں مگر آخر میں نے ان کی غلطی نکال لی۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ کا خرچ کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم

۳۲۰ آدمیوں

کے لئے ۲۰ سیر گوشت پکاتے ہیں۔ گویا ایک وقت میں ایک چھٹانک فی کس جا پڑتا ہے۔ میں نے کہا آپ نے ہمارا خرچ ۹۰ آدمیوں پر ڈالا ہے۔ اور آپ کی پرچیوں سے پتہ لگتا ہے کہ دو سیر گوشت ایک وقت میں آتا ہے۔ گویا جہاں ایک سیر میں آپ ۱۶ آدمیوں کو کھانا کھلاتے ہیں وہاں ہمارے گھر میں سیر میں ۴۵ آدمی کھانا کھاتے ہیں۔ پھر ہمارا کھانا لنگر کی نسبت زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ لنگر کا کھانا یقیناً ہم لوگ زیادہ دیر تک نہیں کھاسکتے اصل میں نفرے کا حساب تو غلط تھا۔ دراصل ۷۰ آدمی کھانا کھاتے ہیں۔ اور اس طرح ۴۵ کی بجائے ۳۵ آدمی کھانا کھانے والے بن جاتے ہیں۔ مگر یہ بھی

نصف چھٹانک فی کس

سے کم بنتا ہے۔ حالانکہ بہت سے گھر ایسے ہیں۔ ہیں۔ جن میں چھٹانک چھٹانک ڈیڑھ ڈیڑھ چھٹانک فی کس گوشت استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ ہمارے گھر کا کھانا دیکھ لیں تو شور مچانے لگ جائیں۔ کہ یہ کھانا زیادہ اچھا ہے۔ اصل میں کھانا پکانے کی بہت سی جزئیات ہوتی ہیں اگر کھانا صحیح طور پر پکایا جائے۔ گوشت کو اچھی طرح گلایا جائے۔ تو بہت تھوڑی سی چیز میں نہایت اچھا کھانا تیار ہوسکتا ہے۔

میں ایک دفعہ راجپورہ گیا۔ میرے پاس بائیس تئیس آدمی تھے۔ گوشت سبزی وہاں نہیں ملتی۔ بلکہ بعض دفعہ دال تک بھی میسر نہیں آتی۔ میں نے کہا چلو مرغی لے کر اس کا شوربہ ہی پکالو۔ میرا خیال تھا۔ کہ شوربہ اتنا بن جائے گا کہ وہ بائیس تئیس آدمیوں کو کافی ہوگا۔ مگر میں نماز پڑھکر بیٹھا ہی تھا۔ کہ ایک برات آگئی۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم نکاح پڑھوانا چاہتے ہیں۔ اس برات میں ۳۵ کے قریب آدمی تھے میں نے ام طاہر مرحومہ کو اندر رقعہ لکھا۔ کہ چیز تو یہاں ملتی کوئی نہیں۔ اور

۳۵ مہمان

آگئے ہیں۔ اب اس کی تدبیر کچھ اس طرح کرو کہ مجھے اندر بلالو۔ ہم سب فاقہ کرلینگے۔ اور ان کو کھانا کھلادیں گے۔ انہوں نے کہا میں نے باورچی سے بات کرلی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میں اسی میں ۵۵ آدمیوں کو بھگتا لونگا۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں ان سے باتیں بھی کروں۔ اور دل بھی دھڑکے اب بنے گا کیا۔ پہلے خیال تھا۔ کہ شائد وہ نہ ٹھہریں۔ مگر چونکہ وہ دور سے آئے تھے۔ اس لئے میں نے ام طاہر مرحومہ سے کہا کہ غالباً وہ یہاں ٹھہرینگے۔ اگر ایسا ہؤا تو یہی صورت ہے۔ کہ ان کو کھانا کھلادو۔ ہم سب فاقہ کرلیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد کھانا آگیا شوربہ نہایت مزیدار پکا ہؤا تھا۔ ہم سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد میں گھر گیا۔ اور پوچھا کہ باہر تو گزر گئی۔ تم نے بھی کچھ کھایا۔ یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب نے کھالیا ہے اب یہ اس باورچی کا کمال تھا۔ کہ اس نے بوٹی اور ہڈی کو اس طرح گلادیا۔ کہ پانی کے اندر بھی شوربے کا مزہ آنے لگا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم جب زندہ تھے۔ ان کا میرے ساتھ ہمیشہ یہی جھگڑا رہتا تھا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ میں مان ہی نہیں سکتا کہ اتنے تھوڑے روپیہ میں گزارہ ہوسکتا ہے۔ اس وقت ہمارا

سات روپیہ مہینہ فی کس

ناشتہ اور کھانے پر خرچ آتا تھا۔ مجھے یاد ہے امۃ الحی مرحومہ جب تک زندہ رہیں۔ میں سات روپیہ فی کس کے حساب سے خرچ دیا کرتا تھا۔ اس وقت ان کے بطن سے دو بچے تھے۔ تیسرا ان کی وفات کے قریب پیدا ہؤا تھا نوکر تھا۔ پھر اوپر کے اخراجات لباس وغیرہ کے متعلق تھے مگر ان سب اخراجات کو ملا کر ہمارا بجٹ ہمیشہ ۵۹ روپے مہینہ ہوتا تھا۔ لیکن اعتراض کرنے والے اس وقت بھی اعتراض کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے لکھا کہ میری بیوی کہتی ہے۔ آپ کی بیویوں کے پاس پانچ پانچ سو روپے کا ایک ایک جوڑا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ بڑے شوق سے آجائیں۔ میں اپنی بیویوں کے ٹرنک لاکر ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ وہ پانچ پانچ سو کے جوڑے ہمیں دیتی جائیں۔ اور ہمارے کپڑے خود اٹھاکر لے جائیں۔ اس طرح ہمارا ہی فائدہ ہوگا ان کا نہیں۔ بلکہ اگر ہمارے سارے کپڑے اور جوتیاں وغیرہ ملاکر بھی پانچ سو سے کم کے ہوئے تو انہیں کم از کم ایک جوڑا تو پانچ سو کا ہمیں ضرور دینا پڑے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے گھر میں گوٹہ کناری بھی استعمال کرنے والے ہیں۔ مگر ایک بھی نہیں جس نے ان دنوں گوٹہ کناری خریدا ہو۔ پھر بات کیا ہے۔ بات وہی سلیقہ اور ہنر والی آجاتی ہے۔ ہماری والدہ ہندوستانی ہیں۔ اور اس وجہ سے ہمارے ہاں

دلّی کا رواج

ہے۔ اور دلّی کی عورتیں گوٹہ کناری کو ایسے سنوار کر رکھنا جانتی ہیں۔ کہ ہماری والدہ کو ان کی دادی کے لباس جہیز میں ملے تھے۔ اور وہ ہم کو دکھایا کرتی تھیں۔ بلکہ دلی والے تو سو سو سال تک بھی گوٹہ لے جاتے ہیں۔ پس یہ ٹھیک ہے۔ کہ ان میں سے بعض گوٹہ کناری استعمال کرتی ہیں۔ مگر یہ گوٹہ وہی ہے۔ جو ان کی شادیوں پر خریدا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے نہیں لیا۔ یا تحریک جدید کے بعد نہیں لیا

گوٹہ کناری والے کپڑے

ایسے ہی ہیں۔ جو یا تو بیویوں کو بری میں گئے تھے

یا جہیز میں آئے تھے۔ ابھی چند دن ہوئے۔ میں نے اپنی بڑی لڑکی ناصرہ سے جہیز کے ایک جوڑے کے متعلق پوچھا۔ اُس کی شادی ۱۹۳۳ء میں ہوئی تھی۔ جس پر چودہ سال گزر چکے ہیں۔ اُس وقت میں نے اُس کو ایک سُنہری کام والا کپڑا خرید کر دیا تھا۔ جو مجھے بہت پسند آیا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا وہ جوڑا اُس کے پاس ہے اُس نے کہا۔ وہ اب تک محفوظ ہے۔ اب وہ اس لباس کو کہیں استعمال کرے۔ تو یہ قابلِ اعتراض بات نہیں ہوگی۔ دیکھنے والے میں اگر عقل کا مادہ ہو۔ تو اُسے پہلے یہ پوچھنا چاہیئے۔ کہ یہ کپڑے کب کے بنے ہوئے ہیں۔ اگر جواب میں اُسے یہ بتایا جائے کہ یہ ۱۹۴۷ء کے بعد کے ہیں تب تو قابلِ اعتراض امر ہے۔ لیکن اگر وہ کہے کہ میں نے دیر سے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ تو یہ

قابلِ تعریف بات

ہوگی۔ اور اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ وہ بڑے اقتصادی دماغ رکھنے والے آدمی ہیں۔ اور اپنی ہر چیز کو سنبھال کر رکھتے ہیں۔ میرا بوٹ ہی ہے۔ اس کو پہنے اڑھائی سال گزر چکے ہیں حالانکہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی دوسرے مہینہ میں ہی ایڑی گھِل جاتی ہے۔ اور وہ سلیپر بنا کر اُسے گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ پس اگر کسی چیز کا صحیح استعمال کیا جائے۔ تو یہ قابلِ اعتراض بات نہیں۔ بلکہ قابلِ تعریف بات ہے پھر اصل سوال جو قابلِ غور ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مساوات کے یہ معنی ہیں۔ کہ تمام دنیا ایک لیول پر ہو۔ یا مساوات کے یہ معنی ہیں کہ نسبتی طور پر ہر شخص قربانی کرے۔ اگر اس کے معنی یہ لئے جائیں کہ سب لوگ ایک لیول پر ہوں۔ تو یہ بات ایسی ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عمل نہیں کرتے تھے۔ احادیث میں ایک شخص کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ نماز پڑھا کرتا تھا۔ تو ننگا ہو جاتا تھا۔ کیونکہ اُس کا کرتہ لمبا نہ تھا۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پورا ہوتا تھا بلکہ احادیث میں یہاں تک ذکر آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

ایک جُبّہ

تھا۔ جو آپؐ خاص طور پر جمعہ کے دن پہن کر جایا کرتے تھے۔ تو مساوات کہاں رہی۔ پھر احادیث میں آتا ہے۔ کہ آپؐ کے پاس گھوڑا اونٹ اور خچر بھی تھے۔ مگر صحابہؓ میں وہ بھی تھے۔ جن کے متعلق ذکر آتا تھا۔ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمیں کوئی جوتی ہی دیدیں ہم جہاد میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔ میرے پاس جوتی بھی نہیں۔ اگر مساوات کے یہ معنی ہیں کہ سب کے لباس ایک جیسے ہوں تو میں اس خاتون سے یہی سوال کرتا ہوں۔ کہ کیا اُس کا اور اُس کی جوڑھی کا لباس ایک جیسا ہے وہ یہی کہے گی۔ کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتی ہوں۔ اور وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتی ہے پھر اگر خدا کسی کو زیادہ دیتا ہے اور وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتا ہے تو اس پر اعتراض کیسا؟ اب تو ہماری جائداد کو ایک حد تک نقصان پہنچ گیا ہے۔ پچھلے ایام میں میرا چندہ آمد پر

۸۰ فیصدی

ہوتا تھا۔ اور یہ بھی اُس صورت میں جبکہ مجھ پر اتنا قرض تھا۔ اور اتنا قرض ہے۔ کہ دوسرے آدمی کا اتنے قرض میں دل بیٹھ جائے۔ ایسے لوگ جن پر نسبتی طور پر اس کا دسواں حصہ بھی قرض ہوتا ہے چندہ دینے سے عموماً گریز کرنے لگ جاتے ہیں۔ مگر میں اتنے قرض کے باوجود اپنی آمد پر ۸۰ فیصدی چندہ دیتا رہا ہوں۔ پس سوال نسبتی بات کا ہوتا ہے۔

بعض چیزوں کے بارہ میں بیشک اصول مقرر ہیں۔ اور اُس میں سب برابر ہیں۔ مثلاً ہم نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے۔ کہ سب لوگ ایک کھانا کھائیں۔ مگر ہم نے یہ نہیں کہا۔ کہ صرف دال کھاؤ۔ جو گوشت کھا سکتا ہے۔ وہ گوشت کھائے۔ جو بھنا ہوا گوشت کھا سکتا ہے وہ بھنا ہوا گوشت کھائے۔ ہزاروں احمدی ایسے ہوں گے۔ جن کے گھر میں بھنا ہوا گوشت پکتا ہوگا۔ ہم تو پچھلے آٹھ مہینہ سے پتلے اور لمبے شوربہ پر ہی گزارہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ اگر کوئی بھنا ہوا گوشت کھاتا ہے تو یہ قابلِ اعتراض امر ہے۔ اگر ایک آدمی کے گھر کے افراد کم تھے۔ اور اُس کے گھر کے حالات بھی اچھے تھے۔ اور اُس نے بھنا ہوا گوشت کھایا۔ تو یقیناً اُس نے ایک کھانا کھانے کے حکم کو پورا کر دیا۔ لیکن کئی احمدی ایسے بھی ہیں جن کو شوربہ تو کیا۔ دال بھی مشکل سے ملتی ہے ایسے احمدیوں سے ہماری حالت یقیناً اچھی ہے۔ پھر کئی ایسے بھی ہیں۔ جن کو دال بھی نہیں ملتی بلکہ ایسے بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو

دو وقت کے فاقے

آتے ہیں۔ تم ساروں کے متعلق کوئی ایک قانون نہیں بنا سکتے۔ ہاں اپنی اپنی حالت کے مطابق ہر شخص سادہ زندگی اختیار کرے گا۔ دو وقت کا فاقہ کرنے والا یا وہ جس نے پھٹا پرانا لباس پہنا ہے۔ دوسرے کو یہ نہیں کر سکتا۔ کہ وہ کیوں سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے یا کیوں اُس نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ہم کہیں گے۔ کہ ایک کی آمد زیادہ ہے۔ وہ اچھے کھانے کھاتا۔ اور اچھے کپڑے پہنتا ہے۔ اور دوسرے کی آمد کم ہے اسلئے وہ فاقے کرتا ہے یا تن ڈھانکنے کے لئے اُس کے پاس پھٹا پرانا لباس ہے لیکن قانون کی پابندی دونوں نے کی ہے یعنی ہر ایک ہی کھانا کھایا ہے۔ اور گوٹے کناری پر اپنا روپیہ تحریک کے بعد ضائع نہیں کیا۔

غرض سادگی ایک نسبتی چیز ہے۔ اور قربانی بھی نسبتی امر ہے پھر ہمارے لئے کیوں ایسا کرنا جائز نہیں۔ اگر ہم چندہ دوسروں کی نسبت زیادہ رکھیں۔ اور ہمارا معیار قربانی بھی دوسروں کی نسبت زیادہ بلند ہو۔ اور پھر ہماری حالت ہر شخص سے اچھی ہو۔ اور بعض سے خراب۔ تو ہم پر اعتراض کیسا۔ بہر حال تمہیں دو میں سے ایک بات ضرور ماننی ہوگی۔ شتر مُرغ کی طرح تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اونٹ بھی ہیں۔ اور مرغ بھی۔ یا تو تمہیں اونٹ بننا پڑے گا۔ یا مرغ۔ یہ دونو چیزیں ایک وقت میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ یا تو یہ فیصلہ کیا جائے۔ کہ جماعت کے

غریب سے غریب آدمی کی حالت

کے برابر سب کو رہنا چاہیئے۔ اگر ایسا فیصلہ کیا جائے۔ تو ہم انشاء اللہ کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے اور اگر یہ فیصلہ ہو۔ کہ یہ نسبتی چیز ہے۔ تو جو اپنے لئے قانون بناؤ گے۔ وہی ہمارے لئے ہونا چاہیئے۔ بہر حال ایک ہی قانون ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ کسی کے لئے کوئی قانون ہو۔ اور کسی کے لئے کوئی قانون۔ اگر جماعت یہ فیصلہ کرے۔ کہ ہر امیر و غریب کو فاقہ سے رہنا چاہیئے۔ تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ یقیناً اگر جماعت ایسا کرنا چاہے تو گو یہ غیر طبعی بات ہوگی۔ مگر ہوگی مفید۔ دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہُوا۔ سوائے جنگ کے حالات کے۔ جنگ کے دوران میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ اگر کسی کے پاس ایک من غلہ ہے۔ تو ایک من غلہ لے آئے۔ اور جس کے پاس ایک سیر غلہ ہے۔ تو وہ ایک سیر غلہ لے آئے۔ . . . .

. . . . اور سب ملکر کھائیں۔ مگر عام حالات میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا۔ اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کیا۔ پھر بھی جماعت اگر ایسا فیصلہ کر دے۔ تو اُس کے کئی پہلو نیک بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر یہ فیصلہ ہو۔ کہ

سادگی اور قربانی

دونوں نسبتی چیزیں ہیں۔ تو ہمارے خاندان کے افراد سے بھی نسبتی قربانی کا ہی مطالبہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس سے زیادہ کریں۔ یہ اُن کی خوش قسمتی ہوگی۔ مثلاً جماعت سے میں نے مطالبہ کیا ہے۔ کہ جن کو خدا تعالےٰ توفیق دے وہ ۵۰ فیصدی چندہ دیں۔ اب اگر کوئی ایسا شخص ۵۰ فیصدی چندہ دیتا ہے۔ اور پھر اُس کے پاس اتنا روپیہ بچ جاتا ہے۔ جس سے وہ گوشت کھاتا ہے تو دال کھانے والا آدمی اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا۔ کہ وہ دال کیوں نہیں کھاتا یہ اعتراض اُسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب جماعتی طور پر یہ فیصلہ کیا جائے۔ کہ ہر شخص دال ہی کھائے۔ تب بیشک اگر کوئی شخص دال نہیں کھاتا۔ اور شوربہ کھاتا ہے۔ تو وہ غداری کرتا اور دھوکا بازی کا ارتکاب کرتا ہے۔

پھر اُس خاتون نے لکھا ہے کہ خاندان کی عورتیں کام نہیں کرتیں۔ یہ بھی

واقعہ کے خلاف

ہے۔ اوّل تو ہر چیز کی ایک نسبت ہوتی ہے میری بڑی بیوی کی عمر اس وقت ۵۷ سال کی ہے پھر نہیں Blood Pressure (بلڈ پلیشر) کا مرض ہے۔ دل کی دھڑکن ہے۔ اور استحاضہ کی بھی بیماری ہے۔ جس میں عورت قریب المرگ ہو جاتی ہے۔ اب مساوات تو تبھی ہو سکتی ہے۔ جب اُس عورت کو بھی یہی بیماریاں ہو جائیں۔ ورنہ یہ کتنی حماقت کی بات ہوگی۔ کہ ساٹھ سالہ عمر والی عورت کے متعلق ایک ۲۵ سالہ عورت یہ کہنے لگ جائے کہ دیکھو میں یہ کام کر لیتی ہوں مگر

وہ نہیں کرتی۔ اس عمر اور ان بیماریوں کے ساتھ اگر موازنہ کیا جائے۔ پھر مساوات ہوتی ہے ولایت میں دستور ہے۔ کہ گھوڑ دوڑ سے پہلے گھوڑے اور سوار کا وزن کر لیتے ہیں۔ اور جتنی کمی ہو۔ اتنا بوجھ ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اس طرح اعتراض تبھی صحیح ہو سکتا ہے۔ جب اعتراض کرنے والی کی وہی عمر ہو۔ وہی صحت ہو۔ یہ کیا۔ کہ بڑی عمر اور کمزور صحت والی عورت سے وہ عورت مقابلہ کرنے کے لئے کھڑی ہو جائے۔ جو چھوٹی عمر کی ہو۔ اور جس کی صحت اچھی ہو۔ اور کہے کہ میں کام کرتی ہوں۔ اور وہ کام نہیں کرتی۔ پھر یہ بھی غلط ہے۔ کہ ہمارے گھر کی مستورات کام نہیں کرتیں۔ جب ہم قادیان سے آئے ہیں۔ تو ہمارے گھر میں ایک لنگر جاری تھا۔ اڑھائی سو کے قریب افراد تھے۔ اور ان اڑھائی سو افراد کے

کھانے کا انتظام

جن میں میرے بھائی۔ بہنیں۔ بھتیجے سب شامل ہیں سات آٹھ ماہ تک میری بڑی بیوی اُمّ ناصر کے سپرد رہا۔ وہی سب کھانا پکواتی اور تقسیم کرتی تھیں۔ باقی گھر کے لوگ اگر کسی چھوٹی موٹی بات میں مدد کر دیتے۔ تو اور بات تھی۔ ورنہ پکا پکایا کھانا ہی ہمیشہ اُن کے سامنے جاتا تھا۔

پھر انہی دنوں یہاں رتن باغ میں چودہ سو سے زیادہ مہاجر عورتیں ٹھہری ہوئی تھیں۔ ان کو کون کھلاتا تھا۔ کیا لاہور کی عورتیں اُن کو آ کر کھلاتی تھیں مہینوں سینکڑوں عورتیں یہاں پڑی رہیں۔ سب عورتوں کی ہر طرح خدمت کی جاتی رہی۔ یہ خدمت ہمارے گھر کی مستورات ہی کرتی تھیں۔ اور یا پھر مہاجرات میں سے بعض عورتیں اُن کی مدد کر دیتی تھیں۔ پس یہ کہنا۔ کہ ہمارے گھر کی عورتیں کام نہیں کرتیں غلط ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ ہماری عورتیں موٹر وغیرہ پر سواری کرتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر سواری گھر میں ہو گی تو ضرور استعمال کی جائے گی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سواری استعمال کیا کرتے تھے۔ جس کو سواری نصیب ہو۔ آخر وہ کیوں استعمال نہ کرے۔ اس طرح وقت بھی بچ جاتا ہے۔ اور کام بھی جلدی ہو جاتا ہے۔ مجھ پر

بعض لوگ

اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ میں موٹر میں سواری کیا کرتا ہوں۔ اگر سواری نہ کروں تو پھر کہیں گے۔ کہ کام تھوڑا کرتا ہے۔ یہ بات تو ویسی ہی ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کے پیچھے پڑ گیا کہ جب تو روٹیاں پکاتی ہے۔ تو تیری کہنیاں کیوں ہلتی ہیں۔ اب یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک صورت روٹیاں بھی پکائے۔ اور اُس کی کہنیاں بھی نہ ہلیں اسی طرح یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کام بھی زیادہ ہو۔ اور اسباب بھی مہیا نہ ہوں۔ جماعت یہ تو کہے۔ کہ ہماری چٹھیوں کا جواب جلدی کیوں نہیں دیا جاتا مگر۔ اعتراض یہ کرے۔ کہ ایک پرائیویٹ سیکرٹری اور سات آٹھ آدمی عملہ میں کیوں رکھے ہوئے ہیں یہ بھی مطالبہ کرے کہ خطوں کا جواب جلدی دیا جائے۔ اور یہ بھی کہے کہ جواب دینے والا عملہ نہ ہو یہ عقل کے خلاف بات ہے

یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ

لجنہ کی کلرک

کیوں ہے۔ اس کے متعلق یاد رہے۔ کہ لجنہ کی ایک کلرک نہیں بلکہ دو کلرک ہیں۔ اس طرح میں اعتراض کرنے والی کے اعتراض کو اور بھی پکا کر دیتا ہوں۔ لیکن مجھے تو یہ بھی اعتراض ہے۔ میں قریباً سال بھر سے اپنی بیوی سے جھگڑ رہا ہوں۔ کہ دو کلرک کافی نہیں ایک تنخواہ دار سیکرٹری کا بھی اضافہ کیا جائے مگر اس خاتون کو اعتراض ہے کہ ایک کلرک بھی کیوں ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہندوستان اور امریکہ میں چار سو لجنات پائی جاتی ہیں۔ اُن سب کا کام ایک کلرک کیسے کر سکتی ہے۔ اُس خاتون نے تو دفتر میں کبھی کام نہیں کیا۔ اُس کے خاوند نے کیا ہو گا وہ اپنے خاوند سے پوچھے کہ چار سو ڈپٹی کمشنروں سے خط و کتابت کرنے کے لئے کتنے عملہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں پنجاب میں سولہ ڈپٹی کمشنر ہیں ان سولہ ڈپٹی کمشنروں کی نگرانی کے لئے کمشنروں کے دفاتر میں کتنا عملہ رکھا ہوا ہے۔ پھر چار سو لجنات کے لئے کوئی ایک کلرک کس طرح کافی ہو سکتی ہے۔ پھر اُس خاتون نے تو غالباً تعلیم نہیں پائی۔ اس لئے شاید وہ اس کی اہمیت نہ سمجھ سکیں۔ لیکن وہ اس بارہ میں اپنے خاوند سے ہی دریافت کر لیں میری بیوی ایم اے کا امتحان دے رہی ہے۔ اور دو سال کی پڑھائی ایک مہینہ میں کر رہی ہے۔ اُس خاتون نے خود تو کوئی امتحان نہیں دیا ہو گا۔ اُس کے خاوند اور بھائیوں نے تو ایم اے کی تیاری کی ہو گی وہ اُن سے ہی پوچھ سکتی ہیں کہ اس پر کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ چار گھنٹے اُن کو صرف پروفیسر پڑھاتے ہیں۔ اور پھر پڑھائی کو یاد کرنے کے لئے بھی وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر میں بھی اُن سے دفتر کا کام لیتا ہوں۔ اس لئے اُن پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ کام نہیں کرتیں۔

یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ آپ کی خاندان کی عورتیں لجنہ میں نہیں جاتیں۔ واقعہ یہ ہے۔ عورتیں اس وقت بیٹھی سن رہی ہیں۔ کہ یہاں

دو جلسے

ہوتے ہیں۔ ایک جلسہ قادیان کی لجنہ کا ہوتا ہے۔ اور دوسرا جلسہ لاہور کی لجنہ کا ہوتا ہے۔ ابھی کچھ دن ہوئے لاہور کی لجنہ کا جلسہ ہوا۔ جب تعداد معلوم کرنے کے لئے پوچھا گیا۔ کہ لاہور کی عورتیں کھڑی ہو جائیں تو اُس میں لاہور کی صرف ۴۵ عورتیں تھیں اور دو سو قادیان کی عورتیں تھیں۔ یہ لاہور کی لجنہ کا حال ہے۔ لیکن قادیان والی عورتوں کے جلسہ میں شاذ و نادر ہی کوئی لاہور کی عورت آتی ہے۔ پس یہ اعتراض بھی غلط ہے۔ غرض تمام باتیں جو اُس خاتون نے لکھی ہیں۔ غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ لیکن اگر میرے اس جواب سے بھی اُن کو تسلی نہ ہو۔ تو

صحیح طریق

یہ ہے۔ کہ وہ خاتون اپنے خاوند کے ساتھ لیکر آ جائیں ہم ٹرنک اُن کے سامنے رکھ دیں گے۔ وہ دیکھ لیں کہ ہمارے گھر میں کتنے گوٹہ کناری والے کپڑے ہیں اور وہ کب سے بنے ہوئے ہیں۔ وہ کپڑوں کی قیمت کا بھی اندازہ لگا لیں۔ اگر اُن کی بیان کردہ قیمت سے وہ کم قیمت کے ہوئے۔ تو وہ اس کمی کو پورا کر دیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ جو چیز آسانی سے طے کی جا سکتی ہے۔ اُس کے لئے کسی جھگڑے کی ضرورت ہی کیا ہے

اب بھی جمعہ کی نماز میں میری بیویاں آئی ہوئی ہیں اور وہ وہاں بیٹھی ہیں۔ اُن کا لباس وہ دیکھ لیں۔ دو کو تو میں نے یہ خط بتایا ہی نہیں۔ دو کو میں نے بتایا ہے۔ مگر وہ اُسی لباس میں ہی آ گئی ہیں۔ خط سننے کے بعد انہوں نے لباس کو بدلا نہیں۔ اور اس کی میں خود گواہی دیتا ہوں اُن کے لباس کو دیکھ لیں۔ کہ کیا یہ اعتراض درست ہے۔

باقی رہا سنگار کا سوال۔ سو ظاہر ہے کہ وہ سنگھار

اسی رقم میں سے

کر سکتی ہیں۔ جو میں اُن کو دیتا ہوں۔ اور وہ رقم میں بتا چکا ہوں۔ ایک کے پاس جیسا کہ میں نے بتایا ہے صفر بچتا ہے۔ اور صفر سے جتنا سنگار کیا جا سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ باقی بیویوں کے پاس بھی زیادہ سے زیادہ پندرہ روپے بچتے ہیں۔ اور آج کل گرانی کا جو حال ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ان پندرہ روپوں میں جتنا کپڑا خریدا جا سکتا ہے یا جتنی جوتیاں خریدی جا سکتی ہیں۔ اُس کے متعلق ہر شخص خود ہی اندازہ لگا سکتا ہے۔ آج کل تو ہتھے روپیہ میں جوتیاں بھی مشکل سے خریدی جا سکتی ہیں قیمتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ حیرت آتی ہے۔ دس پندرہ روپے میں ایک معمولی جوتی آتی ہے۔ اگر دیسی جوتی کا بھی استعمال کیا جائے۔ تو جو جوتی کبھی سوا روپے میں آتی تھی اب آٹھ آٹھ نو نو روپے میں آتی ہیں پھر تیل اور صابن وغیرہ سب چیزیں نکال کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ اُن کے پاس کیا بچتا ہے۔ اور اُس میں سے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔ باقی رہا ہنر۔ سو اگر کوئی

ہنر اور سلیقہ شعاری

سے کام لیتا ہے۔ تو اُس پر اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ یہ قابل تعریف بات ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے لئے ایک بکرے کی ضرورت تھی۔ آپ نے ایک صحابی کو بلایا اور اسے ایک دینار دیکر فرمایا۔ کہ اس کا بکرا لے آؤ۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا۔ تو اُس نے کہا یا رسول اللہ یہ بکرا بھی حاضر ہے اور دینار بھی حاضر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تم نے کیا کیا۔ کیا بغیر قیمت ادا کئے لے آئے ہو۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ یہ بات نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ بجائے مدینہ سے خریدنے کے میں تین چار میل باہر چلا گیا وہاں ایک دینار کے دو بکرے مل گئے۔ مدینہ آ کر میں نے ایک بکرا ایک دینار پر بیچ دیا اب یہ بکرا بھی حاضر ہے اور دینار بھی حاضر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اُس صحابی کو کوئی سزا نہیں دی یہ نہیں فرمایا۔ کہ تو بہت نالائق ہے تو بکرا بھی لے آیا اور دینار بھی واپس کر رہا ہے بلکہ فرمایا۔ خدا تعالیٰ تمہارے کاموں میں برکت دے پھر اُس صحابی کے کاموں میں اتنی برکت پیدا ہوئی۔ کہ صحابہ کہتے ہیں اگر وہ مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا تو سونا بن جاتی لوگ آتے اور اس کے گھر میں روپیہ دیکر کہتے کہ کسی ایک تجارت میں ہی

ہمارا حصہ ڈال لو

پس عقل اور سمجھ سے کام لیتے ہوئے اگر کسی کی صفائی زیادہ ہو تو بری بات نہیں اچھی بات ہے

میری ایک شادی ہوئی۔ اُس بیوی کی والدہ انتظامی معاملات میں کچھ کچی تھیں۔ انہوں نے لڑکی کو بستر دیتے وقت ایک گدیلا بھی ساتھ رکھ دیا۔ اور کہا کہ اگر لڑکی ایک گدیلا کہیں پھینک دے۔ تو دوسرا استعمال کر لیگی۔ اُن کی اس بات پر اب بھی ہمارے خاندان میں ہنسی ہوا کرتی ہے اُنہوں نے خیال کیا کہ جس طرح میں اپنی چیزوں کو سنبھال کر رکھنے کی عادی نہیں اس طرح یہ بھی ہوگی۔ ایسی حالت میں یہ گدیلا اس کے کام آ جائے گا۔ پس ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں مگر وہ بھی ہوتے ہیں جو چیز کو سنبھال کر رکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایسی چیز خواہ کتنی ہی پرانی ہو جائے لوگوں کو اچھی نظر آتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرا لباس اور دوسری چیزیں عام طور پر دیر تک چلتی چلی جاتی ہیں۔ اور پھر اس قدر اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ کہ میں اُن کو بانٹ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ

یہ سلسلہ

اسی طرح پر چل پڑتا ہے۔ لباس کو بار بار بدلنا

اور اس کے متعلق خاص احتیاط سے کام لینا یہ پسند نہیں۔ جب میں ولایت گیا تو میں دو کوٹ بنوا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ان میں سے میں نے صرف ایک ہی استعمال کیا۔ دوسرے کو چھوا بھی نہیں دوستوں نے کہا بھی کہ اس کا برا اثر پڑے گا۔ مگر میں ان سے یہی کہتا کہ یہ ان لوگوں کے نزدیک معیوب بات ہے۔ ہمارے نزدیک تو معیوب نہیں۔ چنانچہ جس لباس میں میں گیا تھا اسی میں واپس آگیا۔ وہاں کے لحاظ سے یہ بات معیوب ہو گی۔ مگر یہاں کے لحاظ سے ہمیں تو برا لگتا ہے کہ بار بار کپڑے بدلنے پر وقت ضائع کیا جائے بہر حال پھوہڑپن قابل ملامت چیز ہے اور عقل قابل تعریف چیز ہے۔ اسراف قابل الزام چیز ہے۔ اور عقل اور سمجھ سے کام لے کر چیزوں کو سنبھال کر رکھنا قابل تعریف چیز ہے۔ اگر کوئی شخص عقل اور سمجھ کا دروازہ بند کر کے اعتراض کرتا ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ انسانی دماغ کی قیمت کو گراتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ انسانی تمدن اور تہذیب پیچھے سے گر جائیں۔ بہر حال جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس خاتون کے الفاظ پر پتہ لگتا ہے کہ اس کے مدنظر صرف اعتراض کرنا نہیں تھا۔ بلکہ اعتراضات کی اصل غرض اصلاح تھی۔ چاہے یہ اعتراضات کیسی ہی غلط فہمی پر مبنی تھے۔ اس لئے میں اس خاتون کے اس فعل کو اچھا سمجھتا ہوں اور اس کے خاوند پر ہی الزام لگاتا ہوں۔ کہ وہ کیوں خفا ہوا۔ اور کیوں اس نے ایسا جواب دیا۔ جو اعتراض کو پکا کرنے والا تھا۔ اسے چاہیے تھا۔ کہ اعتراض کو بجائے پکا کرنے کے اس کا مدلل جواب دیتا۔ ہر شخص کو دلیل سے قائل کرنا چاہیے۔ خواہ بیوی ہو یا خاوند کسی کا کوئی حق نہیں کہ وہ دماغی افکار پر حکومت کرنا چاہے۔ دماغی افکار پر سوائے خدا کے اور کوئی حکومت نہیں کر سکتا۔ اور خدا بھی کہتا ہے۔ کہ میں ایسا نہیں کیا کرتا۔ پھر اور کون ایسا کر سکتا ہے۔

مری میں راشن بالکل ختم ہو گیا

راولپنڈی ۲۴ رمئی۔ راولپنڈی کے نزدیک مری میں نازک غذائی حالت پیدا ہو گئی ہے آج اناج کے ڈپو بالکل خالی تھے۔ حکام مری کے تھوک فروشوں کی سنڈیکیٹ پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ اس نے راولپنڈی سے غذائی سٹاک منگوانے میں سستی سے کام لیا۔ سنڈیکیٹ والوں کا کہنا ہے کہ حکومت اناج بھجوانے کے لئے ٹرانسپورٹ کا انتظام نہیں کر سکی عوام میں بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے

گاندھی جی کا قاتل دہلی میں

بمبئی۔ ۲۴ مئی۔ گاندھی جی کا مبینہ قاتل ناتھورام ونائک آج پولیس کے زبردست پہرہ میں بمبئی سے بذریعہ طیارہ دہلی لایا گیا۔

پاکستان کا فوجی سامان پاکستان پہنچانے کا مسئلہ

کراچی۔ ۲۴ رمئی آج کراچی میں مشترکہ ڈیفنس مشاورتی کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس کمیٹی کا تقرر مشترکہ ڈیفنس کونسل کی جگہ عمل میں لایا گیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ آج ہندوستان یونین سے پاکستان میں فوجی سامان لانیکے متعلق مختلف مسائل زیر بحث لائے گئے

سندھ سے کراچی کی علیحدگی کا فیصلہ

کراچی ۲۴ رمئی۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے کراچی کو صوبہ سندھ سے علیحدہ کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے۔ اس پر غور کرنے کے لئے صوبہ سندھ کی تمام پارٹیوں کا ایک کنونشن (اجلاس) بلایا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ابھی تاریخ اور مقام کا تعین نہیں کیا گیا۔

مہاجرین کے لئے بیگم شاہنواز کا عطیہ

لاہور ۲۴ مئی۔ بیگم شاہنواز صاحبہ نے مہاجرین کے لئے پانچ صد ۵۰۰ گز کپڑا مسلم لیگ ریلیف کیمپ کو عطا فرمایا ہے۔ تاکہ اس کپڑے کو مستحق مہاجرین میں تقسیم کیا جائے

پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان سفارتی تعلقات

کراچی ۲۴ رمئی۔ پاکستان اور سعودی عرب کی حکومتوں نے باہم سفارتی تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سید ابو الحمید الخطیب پاکستان میں سعودی عرب کے پہلے سفیر ہوں گے۔ وہ سعودی عرب کی مجلس الشوریٰ کے رکن ہیں مصر میں پاکستان کے سفیر حاجی عبدالستار سیٹھ اپنے فرائض کے علاوہ سعودی عرب میں بھی سفارتی خدمات انجام دیں گے۔

کراچی دورروزہ پٹ سن کانفرنس

کراچی ۲۴ رمئی۔ ۲ روزہ پٹ سن کانفرنس کا اجلاس ہفتہ کے دن ختم ہو گیا۔ کانفرنس نے حکومت پاکستان کے روبرو بندرگاہ چٹاگام کی توسیع، باربرداری کی سہولتوں کی ہم آہنگی اور ایک متبادل بندرگاہ کے لئے موزوں مقام تلاش کرنے کے لئے مختلف دریاؤں کے جائزے کی سفارشات پیش کی ہیں۔

عرب فوجی افسروں کی کانفرنس

دمشق ۲۴ مئی۔ عرب آزاد فوج جو ابتدائے فروری سے فلسطین میں سرگرم عمل ہے کے سپہ سالار اعلیٰ فوزی القاوقجی آج عرب فوجی افسروں کی کانفرنس میں شرکت کے لئے دمشق پہنچ گئے ہیں۔

پنڈت نہرو سے وزیر اعظم حیدرآباد کی ملاقات

آج گفت وشنید کا قطعی نتیجہ برآمد ہو جائیگا

نئی دہلی ۲۴ مئی کل مسوری سے واپسی پر پنڈت نہرو نے وزیر اعظم حیدرآباد میر لائق علی کی جو دوسری ملاقات ہو رہی ہے اس میں ریاست حیدرآباد اور ہندوستان کے نمائندوں کی گفت وشنید کا کوئی قطعی نتیجہ نکل آئیگا کل پنڈت نہرو سے میر لائق علی کی ملاقات ایک گھنٹہ چالیس منٹ تک جاری رہی۔ جس میں ریاست حیدرآباد کی داخلی صورت حال اور مجوزہ آئینی اصلاحات پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ آج پنڈت نہرو اور ہندوستان کے ریاستی محکمہ کے سکرٹری مسٹر مینن مسوری روانہ ہو گئے۔ جہاں وہ سردار پٹیل کو میر لائق علی سے ملاقات کی روئداد سے آگاہ کرینگے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن بھی کل واپس دہلی پہنچ رہے ہیں۔ خیال ہے کل وہ بھی پنڈت نہرو اور میر لائق علی کی ملاقات کے وقت موجود ہونگے نئی دہلی کے سرکاری حلقوں میں یہ خواہش ظاہر کی جا رہی ہے کہ حیدرآباد اور ہندوستان کے تنازعہ کا پرامن حل معلوم ہو جائے۔ اور دونوں کے تعلقات مزید خراب نہ ہو جائیں۔

روزنامہ "غازی" سے دس ہزار روپے کی ضمانت

لاہور۔ ۲۴ رمئی حکومت مغربی پنجاب نے سید حبیب کے روزنامہ "غازی" سے دس ہزار روپے کی ضمانت طلب کی ہے یہ اخبار "سیاست" اخبار کا جانشین ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سیاست کے بند ہونے سے قبل حکومت نے اس اخبار سے دس ہزار روپے کی ضمانت مانگی تھی۔ جو کبھی ادا نہ کی گئی۔

ہم ہر قیمت پر اپنی آزادی کی حفاظت کرینگے

پشاور ۲۴ رمئی حیدرآباد کی انجمن اتحاد المسلمین کے ممتاز کارکن خان علی حسین نے پشاور پہنچ کر نمائندہ پریس کو بتایا کہ حیدرآباد دکن کے عوام ہر قیمت پر اپنی آزادی کے تحفظ کا تہیہ کئے ہوئے ہیں خان علی حسین نے بتایا کہ حیدرآباد کے مختلف طبقوں کے مراسم نہایت خوشگوار ہیں اور وہ ریاستی امور میں غیر ریاستی مداخلت کسی حالت میں بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

شکارپور کو سپیشل ٹرین

لاہور ۔۔۔ اپنے نامہ نگار سے ۔۔۔ ۲۵ مئی

مسلم لیگ ریلیف کمیٹی کے سکرٹری شیخ محمد یامین صاحب نے اطلاع دی ہے کہ کل یعنی ۲۶ رمئی کو ایک سپیشل ٹرین لاہور سے شکارپور جا رہی ہے۔ لہذا جو مہاجر سندھ جانا چاہتے ہوں۔ وہ اپنے نام میکلوڈ روڈ پر پہنچ کر دفتر مسلم لیگ ریلیف کمیٹی میں درج کرا دیں۔ تاکہ ان کی روانگی کا انتظام کیا جا سکے۔ یہ ٹرین لاہور سے شکارپور سندھ تک جائے گی۔

مسٹر کھوڑو پر الزامات کی تحقیقات

یکم جون کو شروع ہو جائینگی

لاہور ۔۔۔ اپنے نامہ نگار سے ۔۔۔ ۲۵ مئی

لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر عبدالرشید اور مشرقی بنگال کے مسٹر شہاب الدین صاحب کو اس ٹربیونل کا بالترتیب صدر اور ممبر مقرر کیا گیا ہے۔ جو صوبہ سندھ کے سابق وزیر اعظم مسٹر کھوڑو پر لگائے گئے الزامات کی تحقیقات کریگا۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ ٹربیونل یکم جون کو اپنا کام شروع کر دے گا۔

نیشنل گارڈ کے سالاروں کا اجتماع

لاہور ۔۔۔ اپنے نامہ نگار سے ۔۔۔ ۲۵ مئی

۲۹ ر ۳۰ مئی ۱۹۴۸ء کو مسلم لیگ نیشنل گارڈز کے سالاروں کا ایک اہم اجلاس پراونشل مسلم لیگ کے مرکزی دفتر میں دس بجے صبح ہو گا۔ مشرقی پنجاب سے آئے ہوئے اور مغربی پنجاب کے دیگر تمام سالاران ضلع کو دعوتی خطوط ارسال کئے جا چکے ہیں۔ اس اجلاس میں نیشنل گارڈز کے آئندہ پروگرام کے متعلق نہایت ہی اہم فیصلے ہونگے مغربی پنجاب کی مسلم لیگ کے معتمد*

* چوہدری محمد علاءالدین صاحب صدیقی اجلاس میں شرکت کریں گے۔